مسلمانان پنجاب کی معاشی ترقی (۱۹۰۸ء ۔ ۱۹۳۵ء)

(اجتماعی اور انفرادی کوششوں کا جائزہ)

احمد سعید

الحاق پنجاب (۱۸۴۹ء) کے بعد یہاں کے مسلمان اقتصادی اعتبار سے تباہی کے دہانے آن کھڑے ہوئے۔ مسلمان جن کا قومی نشان تجارت تھی اب اس میدان میں دور دور تک نظر نہیں آتے تھے۔ اس تشویشناک صورت حال کے پیش نظر بیسویں صدی کے پہلے عشرے میں لاہور کے چند بہی خواہان قوم نے مسلمانان پنجاب کی اقتصادی حالت کو بہتر بنانے کی طرف کوئی قدم اٹھانے کا فیصلہ کیا اور اس سلسلے میں غالباً ۱۹۰۸ء کے اوائل میں لاہور میں انجمن اتحاد و ترقی مسلمانان پنجاب کے نام سے ایک تنظیم مندرجہ ذیل اغراض و مقاصد کے حصول کے لئے قائم کی :

> (۱) مسلمانان ہند بالخصوص مسلمانان پنجاب کی ترقی تجارت کے متعلق سودمند تجاویز پر غور و خوض کرنا اور ان پر عمل درآمد کرنے کی سعی کرنا۔ (۲) تمام فرقہ ہائے اسلام میں باہمی اخوت اسلامی کو فروغ دینا۔ (۳) نونہالان اسلام میں اخلاق حسنہ اور مذہبی پابندی کا خیال پیدا کرنا۔ (۴) حساب کتاب سے واقف پڑھے لکھے مسلم دکاندار پیدا کرنے کی غرض سے بلا فیس ایسے ادارے قائم کرنا جن میں مستحق طلباء کو سامان تعلیم بھی فراہم کیا جائے۔ (۵) اہل اسلام میں حکومت کی عقیدت مندی کی اشاعت کرنا[۱]۔

انجمن اتحاد و ترقی مسلمانان پنجاب کا بانی کون تھا اس کے اولین عہدے دار کون تھے اس کے متعلق حتمی طور پر بدیں سبب کچھ بھی نہیں کہا جا سکتا کہ نہ تو انجمن کا کوئی ریکارڈ ہی دستیاب ہے اور نہ ہی اس دور کے اخبارات کی مکمل فائل ہی محفوظ ہیں تاہم بچے کھچے مختلف اخبارات سے حاصل شدہ مواد کی روشنی میں جو جستہ جستہ خبریں ملتی ہیں ان سے اس انجمن سے متعلقہ مندرجہ ذیل اشخاص کے بارے میں معلوم ہوتا ہے کہ وہ مختلف اوقات میں اس انجمن کے سیکرٹری کے فرائض انجام دیتے

رہے ہیں۔ ۱۹۱۱ء میں شیخ غلام محی الدین (بی۔اے علیگ) انجمن کے سیکرٹری کے عہدے پر فائز تھے[۲]۔ اگلے سال شیخ غلام حیدر (بی اے) انجم کے جنرل سیکرٹری کے طور پر کام رہے تھے [۳]۔ ۱۹۱۸ء میں اس عہدے پر محمد عبدالخالق کا نام نظر آتا ہے[۴]۔ ۱۹۲۳ء میں روزنامہ زمیندار میں شائع شدہ ایک خبر سے معلوم ہوتا ہے کہ اس سال عبدالعزیز نامی ایک صاحب اس انجمن کے مشترکہ سیکرٹری (Joint Secretary) کے فرائض انجام دے رہے تھے[۵]۔

انجمن اتحاد و ترقی کی آمدنی کا کوئی مستقل ذریعہ نہیں تھا۔ انجمن صرف اپنے ممبران سے دو آنے (موجودہ بارہ پیسے) ماہوار چندہ وصول کیا کرتی تھی۔ ۱۹۲۳ء میں انجمن کا چندہ کم از کم چار آنے ماہوار تھا۔ انجمن کے کارپردازوں کو جتنی بھی داد دی جائے اتنی ہی کم ہے کہ اس دور کے مسلمانوں کی معاشی بے سروسامانی کے باوجود انجمن کا بجٹ ہزاروں روپے پر محیط ہوتا تھا۔ ۱۹۱۷ء میں انجمن کی آمدن ۲۳۹۹ روپے دو آنے گیارہ پائی تھی۔ انجمن اپنی آمدنی کا زیادہ تر حصہ اپنے جاری کردہ سکولوں پر خرچ کیا کرتی تھی۔ ۱۹۱۷ء میں ان مدارس پر ۱۶۷۷ روپے ایک آنہ اور دو پائی خرچ کئے گئے تھے[۶]۔

انجمن اتحاد و ترقی کا اولین عملی قدم ایک ایسے سکول کا قیام تھا جہاں مسلمان بچوں کو نہ صرف عام تعلیم بلکہ حساب و کتاب (Accounting) اور اصول دکانداری (Business Administration) کی تعلیم خصوصیت سے دی جائے۔ انجمن کو اس سمت میں کافی کامیابی حاصل ہوئی۔ ۱۹۱۲ء میں اندرون شہر میں واقع محلّہ سادھواں میں ایک مدرسہ جاری تھا جس میں ۱۲۵ کے قریب طلباء مفت تعلیم حاصل کر رہے تھے۔ اسی سال انجمن نے اسی محلے میں ایک شبینہ سکول (Night School) بھی قائم کیا۔ ۳ دسمبر ۱۹۱۲ء کو روزنامہ زمیندار کے مدیر مولانا ظفر علی خان نے اس سکول کا افتتاح کیا۔ اس مدرسے میں بالخصوص مزدوری پیشہ اور دکانداروں کو تعلیم دینے کا اہتمام کیا گیا تھا[۷]۔ تعلیمی میدان میں اس انجمن کی پیش رفت کا اندازہ یوں لگایا جا سکتا ہے کہ ۱۹۱۸ء میں اس کے زیر اہتمام دو شبینہ مدارس سمیت پانچ مدارس بخوبی چل رہے تھے جن میں زیر تعلیم طلباء سے نہ صرف کوئی فیس نہیں لی جاتی تھی بلکہ انہیں سامان تعلیم بھی انجمن کی طرف سے مہیا کیا جاتا تھا۔ ان مدارس میں آٹھ مستقل اساتذہ تعلیم و تدریس کے لئے مقرر کئے گئے تھے[۸]۔ ۱۹۲۳ء میں انجمن کی زیر نگرانی تین پرائمری شبینہ سکول بھاٹی دروازہ' چوک متی اور تکیہ سادھواں میں مصروف کار تھے جن کا بنیادی مقصد مزدور پیشہ مسلمانوں کو رات کے وقت

تعلیم سے بہرہ ور کرنا تھا[۹]۔

ان سکولوں کے علاوہ انجمن اتحاد و ترقی نے بھاٹی دروازہ میں ایک دارالمطالعہ بھی قائم کیا جہاں اردو اور انگریزی کے اخبارات منگوائے جاتے تھے علاوہ ازیں ایک اردو لائبریری بھی قائم کی گئی تھی۔ انجمن اتحاد و ترقی مختلف سکولوں کے اجراء کے علاوہ مسلمانوں کو صنعت و تجارت کی طرف راغب کرنے کے لئے خصوصی لیکچروں کا بھی اہتمام کیا کرتی تھی۔ روزنامہ پیسہ اخبار میں شائع شدہ ایک خبر سے معلوم ہوتا ہے کہ ۸ اپریل ۱۹۱۱ء کو ڈاکٹر محمد اقبال کی زیرِ صدارت برکت علی محمڈن ہال میں انجمن کا ایک جلسہ منعقد ہونا تھا جس میں خواجہ کمال الدین نے "ہماری تجارت" کے موضوع پر ایک لیکچر دینا تھا[۱۰]۔ اسی طرح کا ایک اور جلسہ شیخ عمر بخش (بی اے پلیڈر) کی زیرِ صدارت ۲۰ مئی ۱۹۱۱ء کو برکت علی محمڈن ہال ہی میں منعقد ہوا جس میں روزنامہ پیسہ اخبار لاہور کے مدیر منشی محبوب عالم نے "تجارت و اہلِ اسلام" کے موضوع پر تقریباً" سوا گھنٹے تک ایک لیکچر دیا۔ منشی محبوب عالم نے تجارت کی تاریخ پر ایک طائرانہ نظر ڈالی اور یہ ثابت کیا کہ مسلمانوں کا قدیم ادوار ہی سے تجارت سے بڑا گہرا اور قریبی تعلق رہا ہے۔ انہوں نے اہلِ مغرب کی تجارتی ترقی کے اسباب بیان کر کے اپنے سامعین کو باور کرایا کہ تجارت و صنعت کسی بھی قوم کی ترقی کے لئے لازم و ملزوم ہیں۔ ان کی رائے میں مسلمان ان دونوں راستوں کو اختیار کئے بغیر ترقی کی منازل طے نہیں کر سکیں گے۔ اس موقعہ پر روزنامہ زمیندار کے مدیر ظفر علی خان نے ایک مختصر سی تقریر کی۔ محبوب عالم نے اپنے مذکورہ بالا خطاب میں سندھی بیوپاریوں کے ہاتھوں مسلمان کاریگروں کے اقتصادی شکنجے میں جکڑے جانے کا ذکر کیا تھا۔ ظفر علی خان نے اسی طرف اشارہ کرتے ہوئے مسلمان پارچہ بافوں کا ایک گلڈ قائم کرنے کی تجویز پیش کی اور ساتھ ہی یہ بھی کہا کہ انجمن اتحاد و ترقی کو یہ کام اپنے ذمے لینا چاہئے[۱۱]۔

انجمن اتحاد و ترقی تقاریر کے ساتھ ساتھ مسلمانوں میں تجارت کی طرف رغبت پیدا کرنے کی غرض سے مضمون نویسی کا مقابلہ بھی کرواتی تھی۔ ۱۹۱۲ء میں انجمن کے سیکرٹری نے اخبارات کے ذریعے اہلِ قلم اور ہمدردانِ قوم سے درخواست کی کہ وہ "اسلامی تجارت کی رکاوٹیں اور ان کا انسداد" کے موضوع پر طبع آزمائی فرما کر "عنداللہ ماجور" ہوں۔ انجمن نے بہترین مضمون لکھنے والے کو دس روپے انعام دینے کا اعلان کیا[۱۲]۔ اس اشتہار میں لفظ "عنداللہ ماجور" ہوں قابلِ غور ہے کہ اس دور کے

مسلمان قومی فلاح و بہبود کے لئے کوشش و سعی کو بھی ثواب کمانے کا ایک ذریعہ سمجھتے تھے۔ مزید براں انجمن اسلامی تجارت کو فروغ دینے کے لئے وقتاً" فوقتاً" رسائل بھی شائع کرتی رہی اور مواعظ اور تقاریر کے ذریعے مسلمانوں کو تجارت کی اہمیت سے باخبر کرتی رہی[۱۳]۔ روزنامہ پیسہ اخبار میں شائع شدہ ایک خبر سے ظاہر ہوتا ہے کہ انجمن اتحاد و ترقی مسلمانان پنجاب اپنا سالانہ جلسہ بھی منعقد کیا کرتی تھی۔ ۱۹۱۱ء میں انجمن کا پہلا سالانہ جلسہ منعقد ہوا تھا۔ جبکہ ۸ اپریل ۱۹۱۲ء کو دوسرے سالانہ جلسے کا انعقاد ہوا تھا۔ اسلامیہ کالج لاہور کے احاطہ میں منعقدہ اس جلسے میں بہت سے اصحاب نے اپنی تقاریر اور علماء نے اپنے وعظ میں مسلمانوں کو تجارت کا پیشہ اختیار کرنے کی طرف توجہ دلائی۔ جلسے کے دوران انجمن کی امداد کے سلسلے میں تین روپے چندہ بھی اکٹھا کیا گیا تھا[۱۴]۔ مندرجہ بالا خبر سے اسلامیہ کالج لاہور کی اہمیت کا بھی اظہار ہوتا ہے کہ اس کا دامن نہ صرف مسلمانان پنجاب کی تعلیمی بلکہ سیاسی اور معاشی فلاح و بہبود کا مرکز بھی بنا ہوا تھا۔ اس دور کے اخبارات پر ایک نظر ڈالنے سے معلوم ہوتا ہے کہ ان دنوں مسلمانوں کی بیشتر سیاسی اور غیر سیاسی تنظیموں کے اجلاس اسلامیہ کالج کے حبیبیہ ہال یا اس کے میدان میں منعقد ہوا کرتے تھے۔

انجمن اتحاد و ترقی کی کوششیں بار آور ثابت ہونے لگیں اور مسلمانوں میں بھی تجارت کرنے اور دکانیں کھولنے کا رجحان پیدا ہونے لگا۔ چنانچہ ۱۹۱۲ء میں یہ خبر نظر سے گذرتی ہے کہ "انجمن کی مساعی سے لاہور میں اس وقت مختلف اشیاء کی متعدد دکانیں کھل چکی ہیں[۱۵]۔ انجمن کی مسلسل کوششوں کا نتیجہ تھا کہ جہاں ۱۹۱۲ء میں "متعدد دکانوں" کے قیام کا تذکرہ تھا وہاں ۱۹۱۸ء میں انجمن کی رپورٹ کے مطابق پانچ سو مسلمان دکاندار ہر قسم کی تجارت میں حصہ لے رہے تھے[۱۶]۔

جیسا کہ گذشتہ سطور میں بیان کیا گیا کہ لاہور کے مختلف محلوں میں انجمن کے زیر اہتمام سکول کام کر رہے تھے ان میں سے ایک مدرسہ محلہ چابک سواراں میں بھی قائم تھا۔ شاید اسی سکول کی تعلیم کے زیر اثر ۱۹۲۳ء میں اس محلے میں یہ تحریک شروع ہوئی کہ مسلمان اپنا لین دین اور خرید و فروخت صرف مسلمانوں تک محدود رکھیں[۱۷]۔

انجمن اتحاد و ترقی دیگر مسلم انجمنوں کی مانند مسلمانوں کی معاشی ترقی کے ساتھ ساتھ انکے سیاسی اور دیگر مفادات کے لئے بھی آواز بلند کیا کرتی تھی۔ ۱۹۱۱ء میں انجمن کی مجلس منتظمہ نے ایک

قرار داد میں حکومت سے سرکاری دفاتر میں مسلمان ملازمین کو نماز جمعہ کے لئے دو گھنٹے کی چھٹی دینے کا مطالبہ کیا[۱۸]۔ ۱۹۲۲ء میں برکت علی محمڈن ہال میں منعقدہ انجمن کے ایک جلسے میں ملک برکت علی نے یہ قرار داد پیش کی کہ چونکہ لاہور میں مسلمانوں کی آبادی ۵۸ فیصد ہے اور انتخاب کنندگان کی ۶۲ فیصد' اس لئے مسلمانوں کو انتخاب اور نامزدگی میں ۶۲ فیصد حصہ ملنا چاہیئے۔ اسی طرح شیخ عظیم احمد نے ایک قرار داد کے ذریعے حکومت سے مطالبہ کیا کہ ڈاک پارسلوں پر میونسپل کمیٹی نے جو محصول چنگی عائد کیا ہے اس ختم کیا جائے[۱۹]۔

اس دور کی اکثر غیر سیاسی اور معاشرتی تنظیموں کے اغراض و مقاصد پر ایک نظر ڈالنے سے یہ دلچسپ حقیقت سامنے آتی ہے کہ ان میں سے تقریباً" نوے فی صد تنظیمیں حکومت سے وفاداری کا دم بھرنے اور اس کا برملا اظہار کرنے میں کوئی جھجک محسوس نہیں کیا کرتی تھیں۔ انجمن اتحاد و ترقی مسلمانان پنجاب یہاں کے مسلمانوں کی معاشی فلاح و بہبود کے لئے معرض وجود میں آئی تھی لیکن شاید اس دور کے حالات کے پیش نظر اس انجمن کے لئے بھی حکومت سے وفاداری کا دم بھرنے کے علاوہ کوئی چارہ کار نہیں تھا۔ آخر اس دور میں برطانوی استعمار کے سامنے سر تسلیم خم کرنے کی یہ روایت اس قدر قوت کیوں اختیار کر گئی تھی۔ کیا مسلمان اس قدر کمزور پڑ چکے تھے کہ اب ان کے لئے کوئی سہارا لئے بغیر قدم آگے بڑھانا ناممکن ہو چکا تھا۔ بہرحال اسی روایت پر عمل پیرا ہوتے ہوئے ۱۹۱۱ء میں "حضور شہنشاہ معظم جارج پنجم اور ملکہ معظمہ کی تاجپوشی" کی تقریب سعید کے موقعہ پر انجمن نے اپنے دفتر میں ایک خاص جلسہ ۱۲ دسمبر ۱۹۱۲ء کو منعقد کیا۔ اس موقع پر انجمن کے جنرل سیکرٹری نے "حکومت برطانیہ کی برکات" کے موضوع پر تقریر کی اور ممبران نے "حضور شہنشاہ معظم اور ملکہ معظمہ" کے حق میں دعائے خیر کی۔ اس موقعہ پر انجمن کے دفتر میں چراغاں بھی کیا گیا[۲۰]۔

حیران کن بات یہ ہے کہ ۱۹۳۲ء کے لگ بھگ انجمن کی سرگرمیاں تجارتی و معاشی میدان سے ہٹ کر یکسر سیاست تک محدود ہو گئیں۔ یکم اگست ۱۹۳۲ء کو انجمن کا ایک جلسہ شمس الدین حسن (مدیر' خاور) کی زیر صدارت منعقد ہوا جس کی منظور شدہ قراردادیں ہماری اس بات کا ثبوت مہیا کر رہی ہیں۔ اجلاس میں منظور کی گئی تین قراردادوں میں سے ایک کا تعلق سکھوں کی ناعاقبتانہ روش کے خلاف مسلم قوم کو منظم کرنا (۲) آزادی اور اصلاحات کے متعلق جمہور مسلمانوں کو صحیح معلومات بہم پہنچانے

کے لئے پمفلٹوں اور لیکچروں کا سلسلہ شروع کرنا اور پنجاب کے وزیر تعلیم ملک فیروز خان نون کے زمانہ وزارت میں مسلمانوں کو پہنچنے والے نقصان کی تفصیل مسلمانوں کو بہم پہنچا کر انہیں استعفیٰ دینے پر مجبور کرنا تھا[۲۱]۔

۱۹۲۲ء کے اواخر میں لاہور میں قائم شدہ کوئی ایک چھوٹی چھوٹی انجمنوں کو (ینگ مسلم ایسوی ایشن اور جمعیت الصلوہ) انجمن اتحاد و ترقی مسلمانان پنجاب کے ساتھ مدغم کر کے اس انجمن کو انجمن اتحاد و ترقی مسلمانان لاہور کے نئے نام سے موسوم کر دیا گیا[۲۲]۔

پنجاب مسلم تجارتی کانفرنس: مسلمانوں میں تجارت اور معاشی سرگرمیوں کے فروغ کے لئے ۱۹۱۷ء میں لاہور کے بیرسٹر بدرالدین قریشی کی زیر قیادت پنجاب مسلم تجارتی کانفرنس کے نام سے ایک اور ادارہ قائم ہوا۔ اس ادارے کا بنیادی مقصد مسلمانوں کو بذریعہ "تحریر و تقریر" صنعت و حرفت اور تجارت کی طرف متوجہ کرنا تھا۔ مسلم تجارتی کانفرنس کے کارکن ساتھ ہی ایک مسلم تجارتی کالج (Muslim Commerce College) کے قیام کے بھی متمنی تھے تاکہ طلبا اور روزگار کے متلاشی مسلمانوں کو کسب و ہنر سکھایا جا سکے اور وہ اس کالج سے کوئی ہنر سیکھ کر کوئی تجارتی کام کر سکیں[۲۳]۔

کیا مجوزہ مسلم تجارتی کالج قائم ہو سکا یا نہیں اس کے بارے میں کچھ معلوم نہیں البتہ اس ضمن میں ایک قابل ذکر بات یہ ہے کہ اس منصوبے سے چار سال قبل ۱۹۱۳ء میں جب اسلامیہ کالج لاہور کو اس کی موجودہ عمارت سے شاہدرہ منتقل کرنے کی سکیم منظر عام پر آئی تو اس پر رائے زنی کرتے ہوئے فیروز پور کے ایک وکیل اور سیاسی کارکن خواجہ گل محمد نے وہاں "کامرس کالج" کے اجرا پر بہت زور دیا تھا۔ گل محمد نے لکھا کہ "میں چونکہ کوئی ماہر تعلیم نہیں ہوں اس لئے مجھے معلوم نہیں کہ آیا انٹرنس کا امتحان پاس کرنے کے بعد کالجوں میں تجارتی مضامین کی تعلیم دی جاتی ہے یا نہیں"۔ انہوں نے اپنے اس پختہ یقین کا اظہار کیا کہ "جو قوم تجارت کے ذریعے اس قدر بام عروج کو پہنچی ہو ان کے کالجوں میں یہ تعلیم ضروری دی جاتی ہو گی"۔ گل محمد نے کامرس کی تعلیم کے اجرا پر زور دیتے ہوئے کہا کہ مسلمان چونکہ تجارت کے میدان میں آٹے میں نمک کے برابر بھی نہیں اس لئے اگر وہ اس میدان میں آگے آنے کے خواہش مند ہیں تو پھر انہیں اپنی آنے والی نسلوں کو کامرس کی تعلیم دینا ناگزیر ہو گا"۔ انہوں نے متنبہ کیا کہ "اگر ہم نے آج ہی سے مسلمانوں کو تجارت کی طرف مائل کرنے کی

طرف کوئی قدم نہ اٹھایا تو قوم موجودہ بے سود تعلیم کو ایک لعنت تصور کرے گی"[۲۴]۔

۱۹۲۱ء میں تجارتی کانفرنس کے سیکرٹری جنرل بدرالدین قریشی نے کانفرنس کے زیر اہتمام "مفید تجارتی کتب اور رسائل جاری کرنے اور ایک تجارتی ڈائریکٹری شائع کرنے" کا ارادہ ظاہر کیا۔ حکومت پنجاب کی شائع کردہ اخبارات و رسائل کی فہرست سے معلوم ہوتا ہے کہ ۱۹۲۱ء میں تجارتی کانفرنس کے سیکرٹری جنرل تجارتی گزٹ کے نام سے ایک ہفت روزہ شائع کر رہے تھے جو پانچ سو کی تعداد میں شائع ہوا کرتا تھا۔[۲۵] مسلم تجارتی کانفرنس کی کارکردگی کیا رہی اور اس نے عملی طور پر مسلمانان پنجاب میں تجارتی شعور پیدا کرنے میں کیا کردار ادا کیا اس بارے میں چنداں معلومات کا فقدان ہے تاہم یہ کانفرنس ۱۹۲۱ء تک جاری رہی۔

انجمن رضا کاران اسلام: انجمن اتحاد و ترقی اور مسلم تجارتی کانفرنس کے علاوہ مسلمانوں کی کئی اور تنظیمیں ان کی معاشی ترقی کے لئے سرگرم عمل تھیں ان میں انجمن رضا کاران اسلام، لاہور کا نام قابل ذکر ہے۔ مذکورہ بالا انجمن کے مقاصد میں پنجاب سمیت ملک بھر کا دورہ کر کے مسلمانوں میں اپنی اقتصادی زبوں حالی کو دور کرنے کا شعور پیدا کرنا تھا۔ یہ انجمن مختلف شہروں میں اپنے وفود بھیجا کرتی تھی۔ ۱۹۳۳ء میں انجمن کا ایک وفد پنجاب کے مختلف قصبوں میں ہوتا ہوا امرتسر پہنچا تھا۔ وفد نے امرتسر میں مولانا بہاء الحق قاسمی، شیخ صادق حسن اور میاں محمد عمر (سوداگر چرم) سے ملاقات کر کے ان سے تجارت اور مسلمانوں کی اقتصادی حالت کے بارے میں تبادلہ خیال کرنا تھا[۲۶]۔ اس وفد کی روانگی کے موقع پر ۲۴ فروری ۱۹۳۳ء کو فرخ حسین بیرسٹر کی زیر صدارت انجمن کا ایک جلسہ لاہور میں منعقد ہوا جس میں مندرجہ ذیل قرارداد بالاتفاق پاس کی گئی کہ "انجمن کا یہ جلسہ وفد کے حضرات کی خدمت میں مبارک باد پیش کرتا ہے جنہوں نے اپنی زندگیاں بلا تفریق ملک و ملت کی اقتصادی حالت کو درست کرنے کی خاطر وقف کر رکھی ہیں اور جو محض اس غرض سے اپنے اعزاء و اقارب کو اللہ کے حوالے کر کے ملک کے دورے پر جا رہے ہیں۔ یہ جلسہ اللہ تعالیٰ سے ان کی ہمتوں کو بلند کرنے اور ملک کو ان کے وجود سے مستفید کرنے کی دعا کرتا ہے"[۲۷]۔

انجمن رضا کاران اسلام لاہور کے علاوہ دیگر شہروں کو بھی اپنی خدمات پیش کیا کرتی تھی اور اس نے یہ اعلان کر رکھا تھا کہ اگر کسی انجمن کو بیرون لاہور اس کی خدمات کی ضرورت ہو تو وہ حاضر ہے

بشرطیکہ ایک ہفتہ پیشگی اسے مطلع کر دیا جائے[28]۔

مسلم برادرز ایسوسی ایشن: ۱۹۲۷ء میں بیڈن روڈ، لاہور کے ایک مستری کرم دین کی زیر صدارت مندرجہ بالا ایسوسی ایشن قائم ہوئی جس کے مقاصد میں درستی مساجد اور اتحاد بین المسلمین کے علاوہ اسلامی تجارت کا فروغ بھی شامل تھا[29]۔

بزم اسلام امرتسر: نومبر ۱۹۳۰ء میں مسلمانوں کی اقتصادی و معاشرتی اصلاح کی غرض سے بزم اسلام کے نام سے ایک انجمن امرتسر میں قائم کی گئی۔ اس انجمن کے دیگر مقاصد کے علاوہ مسلمانوں میں قومیت کی روح پیدا کرنا، مسلمانوں کی اخلاقی، اقتصادی اور معاشرتی ترقی کے لئے کوشش کرنا اور بیکار مسلمانوں کے لئے روزگار کی تلاش میں امداد دینا شامل تھا[30]۔

تحریک اسلامی بازار: پنجاب کے مسلمانوں کو تجارت کی طرف راغب کرنے اور چھوٹی موٹی صنعتوں کے مالکوں کو سنبھالا دینے اور ان کے کاروبار کے فروغ کے لئے ایک ادارہ "اسلامی بازار" کے نام سے ۱۹۳۲ء میں مصروف عمل نظر آتا ہے۔ اس بارے میں یقین کے ساتھ کچھ نہیں کہا جا سکتا کہ یہ ادارہ اسی سال معرض وجود میں آیا یا اس سے قبل بھی موجود تھا۔ یہ ادارہ مولانا ظفر علی خان کی ان کوششوں کا نتیجہ تھا جو انہوں نے اسلامی بازار کے سلسلہ میں شروع کی تھیں۔ بقول اشرف عطا "لاہور میں کابلی مل حویلی کے ہندو مسلم فساد سے قبل مسلمانوں کی دودھ دہی کی دکانوں کے علاوہ تجارت کے کسی بھی شعبے میں ان کی کوئی بھی دکان نہیں ہوتی تھی۔ تجارت اور تجارتی منڈیوں پر ہندوؤں کا مکمل قبضہ تھا۔ مولانا نے اس فساد کے بعد روزنامہ زمیندار کے کالموں کے ذریعے پہلی مرتبہ مسلمانوں کو مسلم بازار تحریک کی شکل میں تجارت میں حصہ لینے کی طرف راغب کیا[31]۔

اس تحریک کے نتیجے میں ہندو بزازوں کے مرکز بزاز ہٹہ میں "مسلم کلاتھ ہاؤس" نامی دکان قائم ہوئی۔ لاہور میں مسلمانوں کی یہ پہلی بزازی کی دکان تھی جسے فروغ حاصل ہوا۔ اس کے بعد دہلی دروازہ میں بھی مسلمانوں کی بزازی کی دکانیں قائم ہوئیں۔ ساتھ ہی کشمیری بازار اور ڈبی بازار میں مسلمانوں کی جنرل مرچنٹس کی دکانیں قائم ہوئیں ان میں شیخ عنایت اللہ نے ہندوؤں کا ڈٹ کر مقابلہ کیا[32]۔ مولانا ظفر علی خان کی مسلم بازار کی تحریک سے مسلمان دکانداروں اور تاجروں کو بہت تقویت حاصل ہوئی اور

ان میں اپنی اقتصادی اور تجارتی حالت کو بہتر اور مضبوط بنانے کا شعور پیدا ہوا۔

یہاں یہ امر دلچسپی سے خالی نہیں کہ مولانا ظفر علی خان کی مذکورہ بالا تحریک کا مقصد ہندوؤں کی تجارت کو نقصان پہنچانا نہیں بلکہ صرف مسلمانوں کی اقتصادی حالت کو بہتر بنانا تھا لیکن ہندوؤں کو یہ بات ایک آنکھ نہ بھاتی تھی کہ مسلمان ان کی معاشی گرفت سے آزاد ہو کر باعزت زندگی گذار سکیں۔ یہی وجہ ہے کہ مولانا کی تحریک شروع ہوتے ہی ہندو اخبارات نے ان پر تابڑ توڑ حملے شروع کر دیئے۔ روزنامہ پرتاپ (لاہور) نے ظفر علی خان کے بارے میں لکھا کہ ”ہمیں ان کی قوم پرستی میں شک ہے نہ فرقہ پرستی میں، وہ دونوں ہی ہیں اور خوب ہیں۔ آدمی اچھے ہیں ہم ان کی عزت کرتے ہیں اور بعض جذبات کے لئے خدا سے پرارتھنا کرتے ہیں کہ وہ انہیں سیدھی راہ پر لائے۔ حال ہی میں انہوں نے اسلامی بازار کی تحریک شروع کی ہے۔ اس تجویز کو پیش کرنے کے بعد بھی اگر مولانا کو یہ وہم ہے کہ وہ خالص کانگرسی قوم پرست ہیں تو انہیں چاہئے کہ غبی سے اپنی ذہانت کا تبادلہ کر لیں کیونکہ بہت پاگل ہونے پر بھی غبی ایسی بے سمجھی کی باتیں نہیں کرتا جیسی کہ مولانا کرتے ہیں۔ اس بازار کا مطلب یہ ہے کہ مسلمانوں کو اقتصادی و تجارتی طور پر علیحدہ کر دیا جائے۔ سر اقبال انہیں سیاسی طور پر علیحدہ کرنا چاہتے ہیں مولانا ظفر علی خان انہیں تجارتی و اقتصادی طور پر ہندوؤں سے علیحدہ کرنا چاہتے ہیں پھر دونوں میں فرق کیا ہے۔ ایک خیال آتا ہے کہ مذہبی طور پر مسلمان پہلے ہی ہندوؤں سے جدا ہیں۔ مجلسی طور پر مولوی ملانوں نے کر دیا ہے تجارتی و اقتصادی طور پر مولانا ظفر علی خان کر دیں گے۔ پھر بھی وہ اگر متحدہ رہیں تو اسے خدا کی شان سمجھنا چاہئے۔ یہ ہے مولانا کی وہ سکیم جس پر وہ آزادی حاصل کرنا چاہتے ہیں لیکن غبی کے نزدیک یہ بھی مبارک ہے کہ ”اگر ماجا امیر ہو جائے تو لالہ گنگو کو بھاگ ملے اسے تو خوشی ہے لیکن بیل منڈھے نہیں چڑھے گی اس کی امید نہیں“ آخر میں مسلمانوں کی اقتصادی کمزوری کا مذاق اڑاتے ہوئے لکھا کہ ”وہ ایسٹ اینڈ ویسٹ کارپوریشن کو بھول گئے الس کے سامان کی قرقیاں دہلی میں ہو رہی ہیں مسلم بنک تو کھولا اسی لئے گیا ہے“۔

روزنامہ ویر بھارت (لاہور) نے لکھا کہ ”اس حقیقت سے کون انکار کر سکتا ہے کہ پنجاب کے ہندو خطرے میں ہیں۔ ان کی حالت اس قدر نازک ہو چکی ہے کہ اگر وہ اپنے حقوق کے لئے فریاد بھی کرتے ہیں تو مسلمان انہیں بلوچی شمشیریں دکھاتے ہیں۔ اورنگ زیب اور محمود غزنوی کی یاد دلائی جاتی

ہے۔ مولانا ظفر علی خان اسلامی بازار کی آڑ میں ہندوؤں کے اقتصادی بائیکاٹ کی تلقین کرتے ہیں"۔

روزنامہ بندے ماترم نے مولانا کی اسلامی بازار تحریک پر سیخ پا ہوتے ہوئے لکھا کہ "مولانا کا دماغ زرخیز واقع ہوا ہے۔ آپ کو نئی نئی سوجھتی رہتی ہیں چنانچہ آپ کو مسلمانوں کی بہتری کی فکر ہر لمحہ اور ہروقت دامن گیر رہتی ہے۔ وہ چاہتے ہیں کہ دنیا بھر کی دولت ان کے ہم مذہبوں کی جیب میں آ جائے اور ان کے مسکن قارون کے خزانے بن جائیں۔ اس سلسلے میں آپ نے یہ تجویز پیش کی ہے کہ مسلمان ہندوؤں کی دکانوں پر نہ پھٹکیں نہ کوئی چیز خریدیں۔ اسی طرح مسلمانوں کا روپیہ مسلمانوں کے گھر ہی رہے گا۔ یہ تجویز کھلے طور پر ہندوؤں کے بائیکاٹ کی تجویز ہے"[۳۳]۔

ہو سکتا ہے کہ ہندوستان سے بلا روک ٹوک تجارت کے حامیوں کو آج یہ خیال گذرے کہ اس دور میں اسلامی بازار تحریک کی مخالفت تو ہندوؤں نے جذبات کی رو میں بہہ کر کر دی ہو، جی نہیں حقیقت یہ ہے کہ ہندو صرف ۱۹۲۷ء ہی میں مسلمانوں کی معاشی خوشحالی کا سخت مخالف نہیں تھا بلکہ وہ اس سے پیشتر بھی ان کا اسی طرح مخالف تھا۔ ۱۹۱۳ء میں ہندوؤں کے اسی افسوسناک طرز عمل کے بارے میں "کشمیری میگزین" نے لکھا تھا کہ "جب سے سارے نہیں بلکہ بعض اور معدودے چند مسلمانوں نے صنعت و حرفت اور تجارت کی طرف رخ کیا ہے بعض ہندو اس لئے ناراض ہیں کہ مسلمان دکانداری کیوں کرتے ہیں اور کیوں اس کام کو محض ہندوؤں کے لئے نہیں رہنے دیتے۔ آئے دن مسلمانوں کی دکانداری کو مختلف ناموں اور رنگوں میں ظاہر کرتے ہیں بعض شوریدہ سر اسے نقصان پہنچانا چاہتے ہیں"[۳۴]۔

اسلامی بازار کا صدر دفتر موچی دروازہ میں قائم کیا گیا تھا۔ ۱۴ نومبر ۱۹۳۲ء کو اس تنظیم کے عہدے داران کا انتخاب عمل میں آیا جس میں مولانا ظفر علی خان، شیخ صادق حسن، پروفیسر سید عبدالقادر، شیخ محبوب الٰہی، ڈاکٹر فیروزالدین اور حاجی غلام جیلانی اور مولانا شمس الدین حسن بالترتیب صدر، سینئر نائب صدر، جنرل سیکرٹری، مشترکہ سیکرٹری، پروپیگنڈہ سیکرٹری اور خزانچی مقرر کئے گئے[۳۵]۔

اسلامی بازار کے ادارے کے قیام کے بنیادی مقاصد میں مسلمانوں کی کمزور بلکہ نہ ہونے کے برابر صنعت و حرفت کو ترقی دینا تھا۔ دلچسپ بات یہ ہے کہ اسلامی بازار کو فروغ دینے کے لئے اس ادارے کا ایک نمائندہ مختلف شہروں کا دورہ کیا کرتا تھا۔ بدقسمتی سے اخبارات میں اس بازار کے متعلق

معلومات کا دائرہ بہت محدود ہے اور صرف سن ۱۹۳۲ء کے متعلق ہی معلومات حاصل ہو سکی ہیں۔ اس سال کے اواخر میں ڈاکٹر فیروزالدین نے اسلامی بازار کے ضمن میں جالندھر شہر، کرتارپور، امرتسر، بٹالہ اور لاہور کا دورہ کیا تھا[۳۶]۔

آج کے ترقی یافتہ دور میں تجارتی و صنعتی نمائش کو معاشی ترقی کے لئے ناگزیر سمجھا جاتا ہے۔ اس دور کے مسلم زعماء کی دوربینی ملاحظہ ہو کہ انہوں نے اس دور میں ایک ایسی ہی نمائش کا انعقاد کیا۔ ۲۵ نومبر ۱۹۳۲ء کو اس نمائش کو کامیابی سے ہمکنار کرنے کی غرض سے اسلامی بازار کی مجلس منتظمہ کا ایک اجلاس مولوی شمس الدین حسن کی زیر صدارت منعقد ہوا۔ اجلاس میں مختلف ذیلی کمیٹیاں اور ان کے سیکرٹری مقرر کئے گئے۔ ان میں کمیٹی برائے رضا کاران (محمد اسلم خان چشتی) پنڈال کمیٹی (حاجی غلام جیلانی) پروپیگنڈہ کمیٹی (سید عبدالقادر) ورزش کھیل کمیٹی (محمد امین الدین صحرائی) مالیات کمیٹی (ڈاکٹر فیروز الدین) اور مشاعرہ کمیٹی (مولانا ظفر علی خان) شامل تھیں[۳۷]۔

نمائش میں شرکت فیس دس روپے رکھی گئی۔ پانچ روپے درخواست دیتے وقت اور باقی پانچ روپے دکان دیئے جانے کے وقت ادا کرنے تھے۔ مجلس منتظمہ نے یہ بھی فیصلہ کیا کہ نمائش میں بجلی کا انتظام اور سائبان اور قناتوں سے بنائی گئی دکانوں کا خرچ اسلامی بازار کے ذمے ہو گا۔ اسلامی بازار کے لئے ۲۰ رضا کار بھرتی کرنے کا فیصلہ ہوا جنہیں وقتی طور پر بازار کے امتیازی نشان (insignia) سے مزین لالہ رنگ کی کلاہ اور ایک بیج (badge) دیا جاتا تھا۔ مجلس منتظمہ نے یہ بھی فیصلہ کیا کہ اسلامی بازار کی تحریک کو مقبول بنانے کے لئے مختلف شہروں میں کم از کم چار مندوبین بھیجے جائیں تاکہ وہ مسلمان دکانداروں اور صناعوں کو اسلامی بازار میں دکانیں کھولنے کی طرف مائل کر سکیں[۳۸]۔

نمائش کے ابتدائی اخراجات کے لئے شیخ صادق حسن نے پچاس روپے، شیخ محبوب الٰہی اور حاجی غلام جیلانی نے پچیس پچیس روپے اور شیخ نیاز علی ایڈووکیٹ اور سید عبدالقادر نے دس دس روپے مہیا کئے تھے[۳۹]۔ اس صنعتی نمائش کا اہتمام پہلے تو اسلامیہ کالج کی گراؤنڈ میں ۲۴ دسمبر تا ۳ جنوری ۱۹۳۳ء ہونا تھا لیکن بعد میں اس کا جائے وقوع تبدیل کر کے باغ بیرون دہلی دروازہ کر دیا گیا۔ نمائش کے منتظمین نے لوگوں میں دلچسپی پیدا کرنے کی غرض سے ہر روز شام کو بینڈ باجے کا انتظام کیا اور ساتھ ہی اس زمانے کی ایک نئی نئی ایجاد ریڈیو سے غیر ممالک کے گانے سنانے کا بھی اہتمام کیا جو کہ ان دنوں

لوگوں کے لئے بہت دلچسپی اور کشش کا ذریعہ بنا ہوا تھا[۴۰]۔ مزید براں نمائش میں ایک پنجابی مشاعرے کا بھی اہتمام کیا گیا۔

روزنامہ انقلاب میں شائع شدہ رپورٹ سے پتہ چلتا ہے کہ موسم کی خرابی کے باوجود نمائش میں اچھی خاصی رونق رہی اور یہ کافی حد تک کامیاب رہی۔ نمائش کی کامیابی کا سہرا صاحبزادہ محمد حسین خان زمان کے سر تھا جو ایک پرانے قومی کارکن اور تحریک خلافت میں اپنی خدمات کی بنا پر کافی شہرت حاصل کر چکے تھے۔ نمائش میں تقریباً" پانچ ہزار روپے کی چاندی کے علاوہ اور بھی کافی خرید و فروخت ہوئی[۴۱]۔

موجودہ ترقی یافتہ دور میں ایوان تجارت اپنے اپنے احاطہ میں نمائش سنٹروں کے ذریعے اپنی مصنوعات کی پبلسٹی کا اہتمام کیا کرتے ہیں۔ مسلم بازار تحریک نے اس دور میں اس بات کی اہمیت کا احساس کرتے ہوئے ایک ایسا ہی "شو روم" اپنے دفتر میں قائم کیا تھا اور ایک اعلان کے ذریعے مسلم صناعوں اور کاریگروں کی توجہ اس طرف منعطف کروائی تھی کہ "مختلف شائقین حضرات یہ مطالبہ کر رہے ہیں کہ مختلف صنعتوں کے نمونے بطور نمائش دفتر میں رکھے جائیں"۔ منتظمین مسلم بازار نے صنعت سے متعلق تمام نمونے، فوٹو یا نقشے اور دیگر تفصیلات دفتر کو بھجوانے کی اپیل کی[۴۲]۔ اسلامی بازار تحریک نے مسلمان نوجوانوں کو صنعت و حرفت کی طرف راغب کرنے کے لئے بھی ایک عملی قدم اٹھایا تحریک نے مسلم تاجروں اور صنعت کاروں سے کہا کہ وہ اسلامی بازار کو مطلع کریں کہ وہ کس قدر بچوں اور نوجوانوں کو اپنی دکانوں اور کارخانوں میں بلا تنخواہ جگہ دے سکتے ہیں۔ بازار نے مسلمان نوجوانوں سے یہ بھی کہا کہ اگر وہ کسی قسم کا تجارتی یا کاروباری کام سیکھنے میں دلچسپی رکھتے ہوں تو تحریک کو مطلع کریں[۴۳]۔

مسلمان صنعت کاروں اور تاجروں کی مصنوعات کی نمائش اور ان کی فروخت کے ضمن میں اسلامی بازار تحریک کی قابل ذکر خدمات کے علاوہ "عید کمیٹی کوچہ بنجارچیاں، دہلی دروازہ" کا ذکر بھی ضروری ہے۔ ڈاکٹر مرزا محمد سلطان (سیکرٹری) کے اعلان سے معلوم ہوتا ہے کہ عید کے موقع پر شاہ ابوالمعالی کے میدان میں مسلمان خواتین کے ہاتھ کے سلے ہوئے کپڑے، کشیدہ کاری، گوند، سلمہ ستارہ وغیرہ کی نمائش کا اہتمام کیا جاتا تھا۔ یہ میلہ کئی روز تک جاری رہتا تھا اور اس میں قیمتی اشیاء کے

تاجروں کو دکانیں بلا ٹیکس و کرایہ دی جاتی تھیں۔

مسلم ایوان تجارت، پنجاب (۱۹۳۴ء)

۱۹۳۴ء میں اسلامی بازار کی مجلس منتظمہ کو "مسلم ایوان تجارت پنجاب" کا نیا نام دیا گیا اور اس کے مندرجہ ذیل اغراض و مقاصد قرار پائے۔ (۱) ہندوستان کے مسلمان تاجروں اور صناعوں کے لئے عموماً" اور پنجاب کے تاجروں اور کاریگروں کی تجارت اور صنعت کے تحفظ اور ترقی کے لئے خصوصاً" مفید اور قابل عمل طریق تجویز کرنا۔ (۲) مسلمانان ہند کے عام تجارتی مفاد کی نگہداشت اور تحفظ نیز ان کے اقتصادی حالات کی اصلاح کی کوشش کرنا۔ (۳) تجارت و صنعت کے بارے میں مفید معلومات اور اعداد و شمار کی فراہمی اور مسلم تاجروں اور کاریگروں کو ان سے باخبر رکھنا۔ (۴) تجارت اور صنعت و حرفت پر اثر انداز ہونے والے قوانین اور اصلاحات کی ترمیم پر غور و خوض، مفید قوانین اور اصلاحات کی حمایت اور ناقص قوانین متعلقہ تجارت و صنعت کاسدباب کرنا۔ (۵) مرکزی اور صوبائی مجالس قانون ساز اور دیگر اداروں میں تجارت اور صنعت و حرفت سے وابستہ مسلمان کمیونٹی کی نمائندگی کے لئے سعی کرنا۔ (۶) مسلمان تاجروں اور صنعت کاروں کے درمیان تجارت سے متعلقہ باہمی تنازعات کا بحیثیت ثالث فیصلہ کرنا اور انہیں عدالتی اخراجات سے بچانا۔ (۷) مسلم تجارت اور صنعت و حرفت کے فروغ کی خاطر وقتاً" فوقتاً" نمائشوں کا انعقاد کرنا۔ (۸) مسلم تجارت اور صنعت و حرفت کو سہل طریقوں پر چلانے کے لئے اصول مرتب کرنا اور تجارتی نرخوں کو ہموار و یکساں کرنا۔ (۹) مسلم تجارت و صنعت کی بہبود کی خاطر ملک کے دیگر ایوان ہائے تجارت کے ساتھ خط و کتابت کرنا۔ (۱۰) ایسے ادارے جن کے اغراض و مقاصد مسلم ایوان تجارت پنجاب سے ملتے جلتے ہوں ان سے تعاون کرنا، تبادلہ خیالات کرنا۔ (۱۱) پنجاب کے مسلمان تاجروں کو ان شعبہ ہائے تجارت و صنعت کی حوصلہ افزائی کرنا جن میں وہ دیگر اقوام سے پیچھے ہیں اور ایسے افراد کی پوری طرح امداد کرنا۔ (۱۲) ان تجارتی و صنعتی منافع بخش اشیاء کی فہرست تیار کرنا جس سے مسلمان ناواقف ہوں اور اس بارے میں مسلمانوں کو مفید اور کارآمد مشوروں سے مستفید کرنا۔ (۱۳) کاروباری معاملات کے سلسلے میں ارکان ایوان کا بمبئی، کلکتہ، مدراس اور کراچی وغیرہ جیسے مشہور تجارتی مقامات کے تاجروں اور کارخانہ داروں سے تعارف کرانا اور ان میں باہمی تعلقات

پیدا کرنا۔ (۱۴) ارکان کو ان کے کاروبار کے سلسلے میں وصولی اور دیگر امور میں قانونی امداد اور مشورہ بہم پہنچانا۔ (۱۵) ارکان ایوان کو دیگر اقوام کی طرف سے وقتاً" فوقتاً" انہیں اقتصادی اور تجارتی نقصان پہنچانے کی کوششوں کا سدباب کرنا۔ (۱۶) ارکان ایوان کے لئے بنکوں، محکمہ ریلوے اور دیگر محکموں سے سہولتیں حاصل کرنے کے لئے خط و کتابت کرنا[۴۴]۔

مسلم ایوان تجارت پنجاب کے اراکین سے دو روپے ماہوار چندہ لینا طے پایا تھا۔ روزنامہ زمیندار میں اس سلسلے میں ایک رکنیتی فارم بھی شائع ہوا تھا۔ اس مرحلے پر مسلم ایوان تجارت پنجاب نے مسلمانان پنجاب کے لئے کیا خدمات انجام دیں اور کیا مندرجہ بالا پروگرام پر عملی طور پر کوئی کاروائی ہوئی اس کے متعلق زیادہ معلومات تو حاصل نہ ہو سکیں تاہم اس کے مشترکہ سیکرٹری ڈاکٹر فیروز الدین کی طرف سے شائع کردہ ایک خبر سے معلوم ہوتا ہے کہ ایوان تجارت تھوڑا بہت سرگرم عمل ضرور تھا۔ جولائی ۱۹۳۳ء میں خواجہ دل محمد روڈ کی ایک فرم ایم عبدالمجید اینڈ سنز کے مالک مستری عبدالمجید نے ایک مشین موسومہ شوگر سینٹری فیوگل ایجاد کی جس کے تمام پہیوں میں بال بیرنگ لگائے گئے تھے اور جو بارہ گھنٹے میں کم از کم بارہ من کھانڈ نکالتی تھی۔ ایوان تجارت کی طرف سے یہ اعلان کیا گیا کہ جو مسلمان تھوڑے سرمائے سے کام کرنا چاہتے ہوں وہ اس مشین سے ضرور فائدہ اٹھائیں[۴۵]۔ جیسا کہ گذشتہ سطور میں بیان کیا گیا ہے کہ پنجاب مسلم ایوان تجارت کا قیام تو عمل میں آ گیا تاہم عملی طور پر کوئی کاروائی دیکھنے میں نہیں آئی۔ شائد یہی وجہ تھی کہ ۱۹۳۴ء کے اواخر اور ۱۹۳۵ء کے اوائل میں شیخ صادق حسن کی کوششوں سے مسلم ایوان تجارت کا احیاء عمل میں آیا۔

۱۰ جنوری ۱۹۳۵ء کو شیخ صادق حسن کی زیر صدارت برکت علی اسلامیہ ہال میں مسلمانوں کا ایک اجتماع ہوا جس میں دیگر لوگوں کے علاوہ مولانا ظفر علی خان، میاں عبدالحیٔ (ممبر، پنجاب اسمبلی) ایم اے غنی، مولانا عبدالحنان شیخ عنایت اللہ (تاج کمپنی، لاہور) سید حبیب (مدیر، سیاست) عبدالحلیم خان (مدیر، مجلہ کاروبار، لاہور) ڈاکٹر شریف متقی اور شیخ محمد حسین (سیکرٹری، مسلم بنک آف انڈیا) شریک ہوئے۔

شیخ صادق حسن نے اپنی صدارتی تقریر میں اس اجتماع کے مقصد پر روشنی ڈالی کہ مسلمان اس بات پر غور کریں کہ کس طرح مسلمانوں کی تجارتی حالت کی اصلاح کی جائے اور انہیں کیونکر تجارتی

لحاظ سے منظم کیا جائے۔ ان کی رائے میں مسلمان صرف تجارت کا پیشہ اختیار کر کے ہی دیگر ہمسایہ اقوام جیسی ترقی کر سکتے تھے۔ انہوں نے مسلمانوں کو تجارت کرنے اور اپنی قوم کی تجارتی اعتبار سے شیرازہ بندی کرنے پر زور دیا۔

اجلاس میں مولانا ظفر علی خان کی تجویز پر ایک مرکزی مسلم ایوان تجارت قائم کرنے کا فیصلہ کیا گیا۔ ساتھ ہی یہ بھی فیصلہ ہوا کہ اس ایوان کی شاخیں ہندوستان بھر میں قائم کی جائیں۔ مرکزی ایوان تجارت کی عارضی مجلس منتظمہ میں مولانا ظفر علی خان' خورشید علی خان' سید حمید علی (مالک' دارالاشاعت) کے ایل گابا' مولوی فیروزالدین (مالک' ہفت روزہ ایسٹرن ٹائمز) ملک نور احمد' ملک الہ دین' شیخ عنایت اللہ (تاج کمپنی) اور محمد ابراہیم (تاج محل' ہوٹل) شامل کئے گئے تھے[۴۶]۔ لیکن یوں محسوس ہوتا ہے کہ اس مرتبہ بھی پنجاب مسلم ایوان تجارت کی سرگرمیاں یا تو محض کاغذی کارروائیوں تک محدود رہیں یا ایک بار پھر یہ ادارہ جمود کا شکار ہو گیا کیونکہ اگر پنجاب مسلم ایوان تجارت سرگرم عمل ہوتا تو انڈین انیول رجسٹر میں اس کا ذکر ضرور ملتا۔ اب چند انفرادی کوششوں کا جائزہ لیا جاتا ہے۔

وقت نے خود مسلمانوں میں اپنی اقتصادی حالت کو بہتر بنانے کا شعور پیدا کیا۔ اخبارات اور رسائل میں مضامین' خطوط اور اداریئے لکھے جانے لگے جن میں مسلمانوں کو تجارت و صنعت میں آگے بڑھنے کی ضرورت کا احساس دلایا جانے لگا۔ اس ضمن میں امرتسر کے ایک نامور شیخ خاندان کا ذکر ناگزیر ہے جس کے تجارت پیشہ افراد نے مسلمانوں کی اقتصادی ابتری کو دور کرنے کے لئے بہت تگ و دو کی۔ دلچسپ بات یہ ہے کہ یہی خاندان مسلمانوں کے اقتصادی جسد میں ایک نئی رُوح پھونکنے کے علاوہ سیاسی میدان میں بھی بہت سرگرم عمل رہا۔

۱۹۰۸ء میں آل انڈیا محمڈن ایجوکیشنل کانفرنس کا اجلاس امرتسر میں منعقد ہوا تھا جس میں شیخ غلام صادق نے "مسلمان اور ان کی تجارت" کے زیر عنوان ایک مضمون پڑھا۔ اپنے اس مضمون میں غلام صادق نے مسلمانوں کی تجارت سے بے اعتنائی پر اظہار افسوس کیا۔انہوں نے اس حقیقت کی نشان دہی کرائی کہ گذشتہ ادوار میں مسلمان جو تجارت کے میدان میں سب سے آگے تھے ہندوستان میں انہوں نے یہ میدان دوسروں کے لئے خالی کر دیا۔ غلام صادق کے نزدیک تجارت کے لئے حساب کا علم جاننا' کفایت شعاری اور دیانت داری اشد ضروری چیزیں تھیں جو کہ تینوں مسلمانوں سے رخصت ہو چکی

تھیں۔ انہوں نے اس بات سے اتفاق کیا کہ مسلمان دولت اور سرمایہ سے محروم ہو چکے تھے لیکن ساتھ ہی دریافت کیا کہ کیا وہ ادنیٰ اور متوسط درجے کی تجارت کرنے کی بھی گنجائش نہیں رکھتے۔ غلام صادق نے یا ددلایا کہ دنیا کی مختلف اقوام محض تجارت ہی کے سبب مالدار ہو گئی اور اب سلطنتوں کا دارومدار تجارت پر ہوتا ہے۔ انہوں نے مسلمانوں میں موجود ایک اور بڑی خرابی کی طرف اشارہ کیا کہ جو گنے چنے مسلمان تجارت کر رہے تھے وہ بھی اپنے حساب و کتاب کے لئے ہندو اکاؤنٹنٹ رکھنے پر مجبور تھے۔ غلام صادق نے اس موقع پر تجویز کیا کہ جس طرح ہر سال تعلیمی ضروریات اور مشکلات پر غور و خوض کے لئے محمڈن ایجوکیشنل کانفرنس کا اجلاس منعقد کیا جاتا ہے اسی طرح تجارت سے متعلق بھی ایک کانفرنس ہر سال بلائی جانی چاہئے۔ انہوں نے مشورہ دیا کہ اس تجارتی کانفرنس سے تعلق ہر صوبہ اور ضلع میں ایک کمیٹی مسلمانوں کو تجارت کی طرف راغب کرنے کے لئے مقرر کی جانی چاہئے۔ غلام صادق کی رائے میں قرآن مجید کی تعلیم دینے والے اسلامی مدارس میں بچوں کو حساب کتاب کی تعلیم بھی دینی چاہئے اور جن اسلامی مدارس میں مروجہ تعلیم کا بندوبست ہے وہاں حساب نویسی اور بہی کھاتہ لکھنے کا طریقہ بھی جاری کیا جائے ان کا اشارہ یقیناً" موجودہ دور کی کامرس کی تعلیم کی طرف تھا۔

اس موقع پر غلام صادق نے اعلان کیا کہ اگر کوئی شخص ان سے تجارت کے معاملے میں مشورہ لینا چاہے تو "میں اسے اپنے لئے سعادت دارین سمجھوں گا اور اپنی لیاقت کے مطابق اسے مشورہ دوں گا اور اس کی خبر گیری کرتا رہوں گا۔ اگر وہ خود اپنے لئے کوئی کام نہ چن سکتا ہو تو میں اس کے سرمایہ کے مطابق اسے دو تین کام بتلا دوں گا"[۴۷]۔

علامہ اقبال بھی اس دور کے دیگر زعماء اور مسلمانوں کا درد رکھنے والے مسلمانوں کی اسی صف میں شامل تھے جو مسلمانوں کی معاشی اور تجارتی فلاح و بہبود میں گہری دلچسپی رکھتے تھے۔ ۱۹۲۶ء میں مسلمانان لاہور نے انتخابات کے ہنگاموں کے بعد باغ بیرون موچی دروازہ میں ایک جلسے کا انعقاد کیا جس کی صدارت کے لئے علامہ سے درخواست کی گئی۔ اس جلسے کی بنیادی غرض و غایت یہ تھی کہ مسلمانوں میں کاروبار کرنے کا شعور پیدا کیا جائے۔ اتفاق سے اس جلسے میں جس شخص نے علامہ اقبال سے پہلے تقریر کرنی تھی وہ جلسہ گاہ میں موجود نہیں تھے۔ اس وقت سامعین میں گاماں پہلوان بھی شامل تھے۔ علامہ نے ان سے کہا کہ آپ ہی آ جائیں اور لوگوں سے ملک کے نامور پہلوان کی تقریر کو غور

سے سننے کی تلقین کی۔ رستم زماں پہلے تو بہت گھبرائے پھر خود پر قابو پا کر سیدھی سادھی زبان میں پہلے کسرت کرنے کی تلقین کی اور پھر نہایت مختصر الفاظ میں مسلمانوں سے کہا کہ "بھائیو سودا سلف مسلمان دکانداروں ہی سے لیا کرو"۔ علامہ اقبال نے آخر میں کہا کہ "اس جلسے میں مجھے گاماں پہلوان کی تقریر سب سے زیادہ پسند آئی کیونکہ ان کے الفاظ ایک سچے مسلمان کے الفاظ ہیں جو نہایت موثر ہیں آپ لوگوں کو ان پر عمل کرنا چاہیئے کیونکہ ملک کے لوگوں کی صحت اور ان کی اقتصادی حالت بہتر ہونا نہایت ضروری ہے"[۴۸]۔

۱۹۳۵ء میں دس لاکھ روپے کے منظور شدہ سرمایہ سے لاہور میں دی مسلم انڈیا انشورنس کمپنی کے نام سے ایک بیمہ کمپنی شروع کی گئی اس کے بورڈ آف ڈائریکٹرز میں علامہ اقبال کا نام سب سے نمایاں تھا[۴۹]۔

۱۹۳۶۔۱۹۳۷ء میں علامہ اقبال اور قائداعظم کے درمیان خط و کتابت پر ایک نظر ڈالنے سے بخوبی اندازہ ہوتا ہے کہ علامہ مسلمانوں کی اقتصادی ترقی اور "ان کی روٹی کے مسئلہ کے حل" کے کسقدر خواہاں تھے۔

گجرات شہر کے محمد حسین نامی ایک شخص نے روزنامہ زمیندار میں ایک خط کے ذریعے مسلمان زعماء اور قائدین سے مندرجہ ذیل چھ سوالات کے جواب دریافت کئے۔ دلچسپ بات یہ ہے کہ اخبار میں محمد حسین نے اپنے نام کے آگے "عدم تعاونی کلرک" لکھا ہوا تھا جس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ شخص تحریک عدم تعاون میں حصہ لے چکا تھا:۔

> (۱) کیا مسلمان من حیث القوم تجارت میں کمزور نہیں ہیں۔ (۲) کیا قرآن مجید میں تجارت کی فضیلت نہیں آئی۔ (۳) کیا صحابہ کرامؓ نے کثیر تعداد میں یہ پیشہ اختیار نہیں کیا۔ (۴) کیا مسلمان غیر مسلموں سے ضروریات زندگی نہیں خریدتے۔ (۵) کیا غیر مسلم مسلمانوں سے سودا خریدنے سے نفرت نہیں کرتے۔ (۶) معمولی معمولی ملازمتوں میں تعاون پسند مسلمان ہمیشہ دوسرے فرقوں کا مقابلہ کرتے ہیں کیا کبھی تجارت میں بھی کیا ہے جس پر اہل یورپ قوموں کی ترقی اور تنزل کا مدار سمجھتے ہیں[۵۰]۔

ظاہر ہے کہ یہ سوالات اپنا جواب خود ہی پیش کر رہے تھے کیونکہ اصل حقیقت حال وہی تھی جس کا ان سوالات کے ذریعے اظہار کیا گیا تھا۔ محمد حسین نے ایک مسلم ایوان تجارت کے قیام کی ضرورت پر بھی زور دیا اگرچہ اس کے ذہن میں ایوان تجارت کا کوئی تصور موجود نہیں تھا اور وہ اس کے لئے "تجارتی اتحاد" کے الفاظ استعمال کر رہا تھا تاہم اس نے "تجارتی اتحاد" یا ایوان تجارت کے مختصراً" فرائض یہ بیان کئے کہ (۱) شہر کے دکانداروں کے لئے اعداد و شمار کی فہرست تیار کرنا (۲) مسلمانوں کو ان کی کمی بتلانا (۳) نئے دکانداروں کی حوصلہ افزائی کرنا (۴) تمام مسلمانوں کو مسلمان دکانداروں سے سودا خریدنے کی ترغیب دلانا (۵) مسلمان دکانداروں کو اپنی پنچایت قائم کرنے اور بوقت ضرورت اس کے ذریعے مقابلہ کرنے کی خوبیاں بیان کرنا[۵۱]۔ یہ خط اس امر کی غمازی کر رہا ہے کہ اب مسلمان اپنا ایک علیحدہ ایوان تجارت قائم کرنے کے خطوط پر سوچنے لگے تھے۔ ۱۹۲۷ء میں ایم اے او کالج علی گڑھ میں زیر تعلیم سید سرور شاہ گیلانی نے روزنامہ زمیندار کے ایک مراسلے میں مسلمانوں میں تجارت سے مطلقاً" بے اعتنائی برتنے کی شکایت کی اور ساتھ ہی فضول خرچی اور قرض لینے کو مسلمانوں کا قومی شعار بتلایا۔ انہوں نے اس امر پر اظہار افسوس کیا کہ کسی بھی شہر میں مسلمان بیوپاری نام تک کو نہیں ملتے اور کسی گاؤں میں چلے جائیں تو وہاں روپے پیسہ کا کاروبار کرنے والے ہندو بنیوں کی دو چار دکانیں ضرور موجود ہوں گی اور آپ کو دریافت کرنے پر معلوم ہو گا کہ اس گاؤں کا ایک بھی متنفس ان کی آہنی گرفت سے نہیں بچ سکا ہے۔

سرور شاہ نے مسلمانوں سے تجارت کا پیشہ اختیار کرنے کی استدعا کی کیونکہ مسلمانوں کی قومی زندگی کا انحصار ان کی تجارتی بحالی ہی پر تھا۔ انہوں نے ہندوؤں کی تیار کردہ خوردنی اشیاء استعمال کرنے والے مسلمانوں کو "سخت بے غیرت" قرار دیا۔ انہوں نے اقتصادی پسماندگی کو دور کرنے کو قوموں کی ترقی کا واحد راز بتلایا۔ سرور شاہ نے خلافت کمیٹی کے کارکنوں پر زور دیا کہ وہ دیہاتوں میں جا کر مسلمانوں کی اقتصادی ترقی کے لئے کام کریں۔ ان کے خیال میں جب تک منڈیوں اور تجارتی مراکز میں مسلمانوں کی آڑھت اور تھوک کی دکانیں موجود نہ ہوں گی اس وقت تک کامیابی کی امید نہیں رکھنی چاہئے[۵۲]۔ پنجاب کے مسلمانوں میں معاشی ترقی کا شعور پیدا کرنے میں سب سے اہم کردار مولانا ظفر علی خان کا ہے۔ یہ مختصر مضمون ان کی خدمات کا احاطہ کرنے کا متحمل نہیں اس کے لئے تو ایک

مقالہ کی شکل میں کام کرنے کی ضرورت ہے۔

ظفر علی خان نے ایک دور میں مسلم رائے عامہ کو تجارت کی طرف راغب کرنے کے لئے اپنے اخبار زمیندار کا بھرپور استعمال کیا۔ لاہور میں کابلی مل حویلی کے فساد (۱۹۲۶ء) کے بعد مولانا نے اپنے قلم کو اسی غرض کے لئے وقف کر دیا۔ "تجارت کو ہاتھوں میں لینے کی ضرورت" کے زیر عنوان ایک اداریئے میں انہوں نے لکھا کہ "مسلمانوں نے تجارت کی طرف سے جو غفلت کی وہ صرف ان کی اقتصادی پستی پر منتج نہیں ہوئی بلکہ اس کا سب سے خوفناک نتیجہ یہ نکلا ہے کہ مسلمان روز مرہ کی ضروریات کے لئے ہندوؤں کے محتاج ہیں اور اگر آج ہندو بیک وقت ان کا مقاطعہ کرنے پر متفق ہو جائیں تو کئی مسلمان بھوکوں مر جائیں"۔ کئی مقامات پر ہندوؤں کے اسی طرز عمل کی مثالیں دیتے ہوئے انہوں نے لکھا کہ پونا کی مثال ہمارے سامنے ہے کہ وہاں ہندوؤں نے مسلمانوں کا اتنا شدید مقاطعہ کیا کہ ایک بیمار مسلمان کئی دن تک کھانا نہ ملنے کے سبب چل بسا۔ اداریئے کے آخر میں مولانا نے مسلمانوں کو متنبہ کرتے ہوئے لکھا کہ اگر یہ واقعات بھی مسلمانوں کے لئے تازیانہ عبرت نہ ہوئے تو پھر انہیں ہندوستان میں ہندوؤں کا غلام بن کر رہنے کے لئے تیار ہو جانا چاہیئے۔

اس دور کے ہندو مسلم مناقشہ نے جس کی تہہ میں مذہب ایک بنیادی عنصر کی حیثیت رکھتا تھا مسلمانوں کو اپنی معاشی حالت بہتر بنانے کی طرف توجہ دلائی۔ مولانا نے ایک اداریئے میں اس طرف اشارہ کرتے ہوئے لکھا تھا کہ زمانہ خود سبق آموز ہے۔ ہندوستان کی موجودہ (فرقہ وارانہ) فضا نے کچھ نہیں تو مسلمانوں کے دلوں میں اپنی اقتصادی پستی کا احساس ضرور پیدا کیا ہے اور وہ تجارت کے میدان میں اپنے قدم جمانے کی کوشش میں لگے ہوئے ہیں۔

جدید دور کے مسلمانوں میں اپنی تاریخ کے مطالعہ اور نوشت سے قابل افسوس حد تک بے اعتنائی دیکھنے میں آتی ہے۔ آج پاکستانی مسلمانوں کو سائنس کے میدان میں ترقی کے ساتھ ساتھ اپنی گذشتہ تاریخ کا ادراک بھی اتنا ہی ضروری ہے کیونکہ پرتھوی میزائل کے بعد غوری میزائل کی ایجاد اپنی گذشتہ تاریخ پڑھنے کی ضرورت کا احساس دلا رہی ہے۔ ہمارے سمجھ دار اور باشعور طبقہ نے اپنے مذہب کو صرف اس کی ظاہری رسومات تک محدود کر کے رکھ دیا ہے جس کا نہ تو تجارت اور نہ ہی زندگی کے دوسرے شعبوں سے کوئی تعلق ہے حالانکہ تاریخی اعتبار سے یہ ایک ناقابل تردید حقیقت

ہے کہ جب بھی ہندو کا مسلمان سے سیاسی، تجارتی، سماجی غرض کسی بھی میدان میں سابقہ پڑتا تھا تو وہ مسلمانوں کو محض مسلمان سمجھ کر اس سے یہ معاملہ کرتا تھا۔ ہندو کی یہ سوچ آج بھی اسی طرح جاری و ساری ہے آج بھی ہندوستان کے مختلف صنعتی مراکز اور شہروں میں جہاں مسلمان تجارتی میدان میں تھوڑا سا "توانا" ہو کر اپنے قدم جمانے کی کوشش کرتا ہے فرقہ وارانہ فسادات کی شکل میں اس کی یہ "توانائی" ضائع کر دی جاتی ہے۔ آج اس مملکت خدا داد پاکستان کے لاکھوں چھوٹے بڑے تاجروں کو یہ بات پلے باندھ لینی چاہئے کہ انہیں بلا مبالغہ یہ سب کچھ پاکستان کے طفیل حاصل ہوا ہے۔

امرتسر صوبہ پنجاب کا ایک مشہور تجارتی مرکز تھا جہاں کپڑے کی اچھی خاصی تجارت ہوتی تھی۔ ہندوستان کے دیگر شہروں کی مانند اس شہر پر بھی غیر مسلموں کا قبضہ تھا۔ کپڑے کے آڑھت پر تو کلیتاً ہندو قابض تھے۔ اس اجارہ داری کے سبب مسلمان بزازوں کو بہت مشکل کا سامنا تھا چنانچہ ڈھوڈیال کے ایک مسلمان بزاز نواب خان نے روزنامہ زمیندار کے کالموں کا سہارا لیتے ہوئے امرتسر کے مسلمان آڑھتیوں کی فہرست تیار کر کے اسے اخبار میں شائع کرنے کی ضرورت پر زور دیا۔ یہ امر قابل ذکر ہے کہ اپنے اس خط میں نواب خان نے ہندو آڑھتیوں کے نامناسب سلوک کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھا تھا کہ "مسلمان دکاندار جب امرتسر جاتے ہیں تو انہیں بے خبری کے سبب بہت مشکلات کا سامنا کرنا پڑتا ہے"۔ شاید یہ ایک غیر تعلیم یافتہ مسلمان کی طرف سے ایک مسلم ایوان تجارت کے قیام کی غیر شعوری خواہش کا اظہار تھا[۵۳]۔

ادھر خود مولانا ظفر علی خان کی رائے میں مسلمانوں کی تجارتی ترقی کے لئے ضروری تھا کہ وہ آڑھت کی دکانیں کھولیں۔ اس سلسلے میں انہوں نے زمیندار کے کئی ایک اداریوں میں مسلمانوں کو آڑھت کا کام شروع کرنے کی ضرورت جتلائی۔ مولانا کی کوششوں کا ثمرہ سامنے آیا اور امرتسر کے چوک بھولا والا میں ایم عبداللہ حبیب اللہ کے نام سے آڑھت کی ایک اعلیٰ پیمانے کی دکان قائم ہوئی جس پر چائے، سوت، ریشم، صابون، بزازی اور کریانہ وغیرہ بکثرت مل سکتا تھا۔

امرتسر چونکہ بہت سی اشیائے صرف کی پرانی منڈی تھی جہاں ہزاروں بیوپاری آئے دن مال خریدنے آیا کرتے تھے لیکن عموماً ناواقفیت کی بناء پر مسلمان غیر مسلموں سے مال خرید کر لے جایا کرتے تھے۔ روزنامہ زمیندار نے مسلمانوں کا یہ فرض اولین قرار دیا کہ جہاں تک ممکن ہو وہ اسی دکان

سے سامان خریدیں تاکہ مسلمانوں کی اقتصادی حالت بہتر ہو نیز انہیں ثواب دارین بھی حاصل ہو[۵۴]۔

ظفر علی خان نے مسلمانوں کی معاشی ترقی کے لئے محض قلم کا ہی سہارا نہیں لیا بلکہ اس مقصد کے حصول کے لئے انہوں نے مختلف شہروں کے دورے بھی کئے۔ اس ضمن میں اخبارات میں ان کے اگست ۱۹۳۳ء کے انبالہ شہر کے دورے کا ذکر ملتا ہے۔ انبالہ چھاؤنی میں تین دن تک قیام کے بعد مولانا ۲۴ اگست کو انبالہ شہر تشریف لائے جہاں میر غلام بھیک نیرنگ کی زیر صدارت دو جلسوں سے خطاب کیا۔ اپنی تقاریر میں مولانا نے قرون اولیٰ اور دور حاضر کے مسلمانوں کا موازنہ کرتے ہوئے حال کے مسلمانوں کی ذلت اور جمود کی وجوہ پر روشنی ڈالی۔ انہوں نے مسلمانوں کی فاقہ مستی' ہندو کی سرمایہ داری اور مسلمانوں کے خلاف ان کی سازشوں کا ذکر کیا۔ مولانا نے مسلمانوں کو ہوش میں آنے' تجارت کو اپنے ہاتھ میں لے کر اپنے مسلمان بھائیوں سے لین دین کرنے اور اتحاد و یگانگت سے رہنے کی تلقین کی۔

اس موقع پر مولانا نے مسلمانوں سے وعدہ لیا کہ وہ آپس میں مل کر دکانیں کھول کر لین دین کریں گے۔ مولانا کی مساعی سے انبالہ میں ایک مسلم ایوان تجارت بھی قائم ہو گیا[۵۵]۔ مسلمانوں کو تجارت اور صنعت و حرفت کی طرف مائل کرنے کے ضمن میں جو انفرادی کوششیں ہوئیں ان میں شیخ صادق حسن کا نام قابل ذکر ہے۔ وہ اپنے والد شیخ غلام صادق کی مانند مسلمانوں کی معاشی ترقی میں گہری دلچسپی لیا کرتے تھے۔ ۱۹۳۴ء میں شیخ صادق حسن نے یہ تجویز پیش کی کہ ہر شہر میں مسلمان تاجروں اور کارخانہ داروں پر مشتمل مسلم ایوان تجارت قائم کئے جائیں اور مسلمان جس جمود اور تعطل کا شکار ہیں اس کے ازالے کے لئے مناسب تدابیر اختیار کی جائیں۔ روزنامہ زمیندار نے اپنے ایک اداریے میں صادق حسن کی اس تجویز کا خیر مقدم کرتے ہوئے لکھا کہ "اس وقت تجارت اور مسلمان دو متضاد چیزیں سمجھی جاتی ہیں۔ زمانے کی ستم ظریفی یہ ہے کہ وہ قوم جس کے مولیٰ و آقا نے خود تجارت کی اور ان کو تجارت کرنے کی ترغیب دلائی آج وہ اس سے اس حد تک بیگانہ ہے کہ بار بار توجہ دلانے کے اس طرف متوجہ نہیں ہوتی۔ قائدین ملت مدت سے یہ ضرورت محسوس کر رہے تھے کہ مسلمانوں کی اقتصادی حالت درست کرنے کے لئے کسی تعمیری لائحہ عمل کو بروئے کار لایا جائے۔ مقام شکر ہے کہ ہمارے محترم شیخ صادق حسن نے اسمبلی میں داد فصاحت دینے کی بجائے مسلمانوں کو درس تجارت دینے

کا عزم کیا ہے"۔

زمیندار نے مسلمانان ہند کو شیخ صاحب کے ارشادات کو گوش ہوش سے سننے اور ان کے بتائے ہوئے لائحہ عمل پر گامزن ہو کر قوم کو نکبت و افلاس کے گڑھے سے نکالنے کا مشورہ دیا۔ اخبار نے اپنے اس یقین کا اظہار کیا کہ صادق حسن اپنے اس جہاد میں ضرور کامیاب ہوں گے[۵۶]۔ ابتدائی طور پر صادق حسن نے امرتسر میں ایک مسلم ایوان تجارت قائم کرنے کی طرف قدم اٹھایا اور اس ضمن میں ابتدائی امور طے کرنے کے لئے مسلمان تاجروں اور کارخانہ داروں کا ایک جلسہ ایم اے او کالج (امرتسر) میں بلایا گیا[۵۷]۔

روزنامہ انقلاب نے ایک طویل اداریئے میں شیخ صادق حسن کی تجویز کا خیر مقدم کرتے ہوئے لکھا کہ اقتصادی و تجارتی تنظیم کی شرط اولین یہی ہے کہ ہم تمام مسلمان تاجروں اور کارخانہ داروں کو جمع کر کے ان سے دریافت کریں کہ دوران کاروبار انہیں کن مشکلات کا سامنا ہے۔ اخبار کے نزدیک سرمائے کی قلت اور قابل اور دیانت دار ماہرین کی کمی مسلمانوں کی معاشی بدحالی کے یہ دو اسباب تھے۔ انقلاب کا کہنا تھا کہ اگر مسلمان محض دو تین بیمہ کمپنیاں قائم کر کے انہیں کامیابی سے ہمکنار کر دیں تو ان کی معاشی زندگی پر نمایاں اثر پڑ سکتا ہے۔ اخبار کی رائے میں یہ کمپنیاں اپنے سرمائے سے ایک اسلامی بنک قائم کر کے مسلمان تاجروں اور کارخانہ داروں کے لئے امداد اور سہارے کا سبب بن سکتی ہیں اور شاید اسی سبب مسلمانوں میں تجارت کا ذوق پیدا ہو جائے۔

اخبار نے صادق حسن کو مشورہ دیا کہ وہ جس مقام پر بھی ایوان تجارت قائم کریں وہاں وہ اسلامی اداروں کی سرپرستی کریں مثلاً" اگر ہندوستان کے تمام مسلمان تاجر منظم ہو کر سمندری تجارت کا بیمہ، آگ کا بیمہ اسلامی بیمہ کمپنی سے کروائیں، اپنا روپیہ مسلم بنک میں رکھیں اور اس کے ذریعے سے ڈرافٹ بھیجا کریں غرض تمام کاروبار مسلم اداروں کے ساتھ ہو تو محض یہی ایک قدم ان کی معاشی زندگی کو چند سال میں ٹھیک کر سکتا ہے۔

انقلاب نے تمام مسلمان تاجروں اور کارخانہ داروں سے اس معاملہ میں شیخ صادق حسن سے تعاون کرنے کی اپیل کی کیونکہ "اب کس قوم کی ذلت و عزت، ترقی و تباہی، آزادی و غلامی کا مدار محض اس کی اقتصادی حالت پر ہے اور مسلمانوں کو جلد از جلد اپنی ترقی کی فکر کرنی چاہیے"[۵۸]۔ شیخ صادق

حسن نے پنجاب مسلم ایوان تجارت کے قیام میں بھرپور حصہ لیا جس کا ذکر پچھلے صفحات میں ہو چکا۔

روزنامہ زمیندار، روزنامہ انقلاب اور مسلم آؤٹ لک (Muslim Outlook) نے اپنے اداریوں، خبروں اور مراسلاتی کالموں کے ذریعے مسلمانوں میں تجارت کا پیشہ اپنانے کا شعور پیدا کرنے میں بہت اہم کردار ادا کیا۔ اس ضمن میں معلومات کا دائرہ تو نہایت وسیع ہے لیکن یہ موضوع الگ سے کسی محقق کی توجہ کا منتظر ہے۔ اس بارے میں دلچسپ بات یہ ہے کہ مندرجہ بالا اخبارات تو یقیناً" قومی اور صوبائی سطح کے ترجمان تھے تاہم کئی ایک غیر اہم رسائل و اخبارات بھی اس معاملے میں پیچھے نہیں تھے۔ لاہور کی انجمن حمایت اسلام اسی نام سے ایک (پہلے ماہنامہ پھر ہفت روزہ) رسالہ شائع کیا کرتی تھی۔ اس غیر معروف رسالے نے ۱۹۳۹ء میں "دیکھ لو تاجر کے سر پر تاج ہے" کے زیر عنوان ایک اداریئے میں مسلمانوں پر تجارت کی اہمیت واضح کی اور اس امر پر اظہار افسوس کیا کہ مسلمانوں کو تجارت کے پیشہ سے نفرت کیوں ہے جبکہ خود حضور اکرم ﷺ اور صحابہ کرامؓ تجارت پیشہ تھے۔ مجلّہ نے یہ حدیث کہ رزق کا ۹/۱۰ حصہ تجارت میں ہے نقل کرتے ہوئے لکھا کہ انگریز جن کی سلطنت پر سورج غروب نہیں ہوتا وہ اپنے آپ کو Nation of Shopkeepers کہلانے میں فخر محسوس کرتے ہیں جو اس بات کا ثبوت ہے کہ برطانیہ کی موجودہ عظمت کا راز تجارت اور دکانداری میں ہے۔ مدیر مجلّہ نے جاپان ایسے غیر معروف ملک کی مثال دیتے ہوئے لکھا کہ جب سے اس نے سستا مال تیار کرنے اور انسانی ضروریات کو ارزاں نرخ پر مہیا کرنے کا گر سیکھ لیا ہے وہ دنیا بھر کی منڈیوں پر چھا گیا ہے[۵۹]۔

مسلمان اور تجارت کے زیر عنوان ایک اور اداریئے میں تجارت کی اہمیت پر زور دیتے ہوئے عام مسلمانوں پر زور دیا کہ وہ اپنے مسلمان بھائیوں اور اسلامی دکانوں سے مال خریدیں۔ مجلّہ نے ہندوؤں کے چھوت چھات پر مبنی طرز عمل پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھا کہ وہ اشیائے خوردنی تو ہرگز مسلمانوں سے خریدتے ہی نہیں اور اپنے اس مقصد کی تکمیل کے لئے انہوں نے چھوت چھات کا مسئلہ تراش لیا ہے۔ مدیر نے سوال کیا کہ اگر مسلمان بھی اپنے مسلمان بھائیوں سے سودا سلف اور ضروریات زندگی نہیں خریدیں گے تو کیا مسلم دکانداروں سے سودا خریدنے کے لئے آسمان سے فرشتے نازل ہوں گے۔ مجلّہ نے مسلم دکانداروں اور تاجروں سے پورا تول رکھنے اور خالص مال بیچنے کو کہا کیونکہ ارزاں اور خالص مال ملنے کی صورت میں مسلمان گاہک ان کی طرف کھنچے چلے آئیں گے[۶۰]۔ اب اس معاملے

کا ایک اور دلچسپ پہلو ملاحظہ ہو۔ مسلمانان پنجاب میں تجارت و صنعت سے بے اعتنائی کا اندازہ اس بات سے بھی لگایا جا سکتا ہے کہ ہندوؤں کے برعکس ان میں تجارت و صنعت کے فروغ کی خاطر کوئی اخبار یا رسالہ جاری کرنے کا دھیان بھی نہیں آیا۔

بیسویں صدی کی دوسری دہائی میں نارتھ ویسٹرن ریلوے کے ڈسٹرکٹ ٹریفک سپرنٹنڈنٹ کے دفتر میں ملازم ایک شخص محمد اعظم نے مقامی صنعت اور دستکاریوں کی ترقی کے لئے انجمن سعید الصنعت کے نام سے ایک انجمن قائم کی تھی جس کے زیر اہتمام ۱۹۱۱ء میں ایک ماہوار رسالہ صنعت کے نام سے جاری کیا تھا۔ انجینئرنگ اور صنعتی مضامین پر مشتمل یہ رسالہ پنجاب سے شائع ہونے والا شاید پہلا اور واحد رسالہ تھا۔ تیسری دہائی میں البتہ اس ضمن میں چند ایک حضرات نے اس طرف توجہ کی۔ ۱۹۲۴ء کے لگ بھگ ایک تجارتی ماہنامہ لاہور سے شائع ہونا شروع ہوا لیکن دو سال بعد اس کا دفتر ملتان منتقل کر دیا گیا۔ فروری ۱۹۲۴ء میں لاہور ہی سے سیٹھ عبداللہ انور نے ایک ہفت روزہ تجارت کے نام سے جاری کیا۔

عبدالحلیم خان نے ۱۹۳۳ء میں کاروبار کے نام سے ایک تجارتی ماہنامے کی داغ بیل ڈالی۔ اس رسالے میں تجارتی مقالات، مفید تجارتی معلومات، بنکاروں کے لئے مشورے، بہت کم سرمایہ سے شروع ہو سکنے والے چھوٹے موٹے کام مثلاً" صابن سازی، شربت سازی، بسکٹ سازی، شیرینی سازی، خوشبو دار تیل اور غازے وغیرہ بنانے کے نسخے بتلائے جاتے تھے"[۱]۔ ۱۹۳۴ء میں پراوڈنشل (Providential) انشورنس کمپنی لدھیانہ کے انسپکٹر ڈاکٹر محمد شریف متقی نے صنعت، معاشیات اور انشورنس کے حوالے سے ایک رسالہ سرمایہ جاری کیا۔ مئی ۱۹۳۸ء میں فاضلکا کے اون کے ایک تاجر فیروزالدین نے اردو زبان میں وول مارکیٹ رپورٹ (Wool Market Report) کے نام سے ایک تجارتی بلٹن شائع کرنا شروع کیا۔ فروری ۱۹۳۹ء میں محمد عبداللہ نامی ایک شخص نے ایک ہفتہ روزہ "وول" (Wool) جاری کیا جو صرف ۱۵۰ کی تعداد میں شائع ہوتا تھا اور اس میں وول مارکیٹ کی رپورٹ شائع ہوا کرتی تھی۔ کچی یا کلی دروازہ لاہور کے ایک کمیشن ایجنٹ میاں ظہور الدین نے ۱۹۳۹ء میں ایک ہفت روزہ وول اینڈ لیدر مارکیٹ رپورٹ (Wool and Leather Market Report) سائیکلو سٹائل کی شکل میں نکالا تھا۔

یہ امر قابل ذکر ہے کہ قرارداد لاہور کی منظوری کے بعد مسلمانوں میں سیاست کے ساتھ ساتھ

صنعتی و تجارتی صحافت کے میدان میں بھی اپنے آپ کو منظم کرنے کا احساس ابھرا۔ اس سال مختلف صنعتوں سے وابستہ حضرات اور اداروں نے چند ایک معمولی طرز کے مختصر سائکلو سٹائل اخبارات جاری کئے۔ ۱۹۴۰ء میں لاہور کے فخر حسین جنجوعہ نے انگریزی زبان میں Daily Wants کے نام سے ایک تجارتی خبرنامہ نکالا۔ ملتان میں چمڑے کے تاجر حاجی امام بخش منظور حسین نے ایک تجارتی بلٹن (Fur and Skin Journal) جاری کیا۔ اسی فرم کے زیر اہتمام ایک ہفت روزہ Hide Market Report کے نام سے منصہ شہود پر آیا۔ کیکسٹن پرنٹنگ ورکس لاہور کے مالک نے اسی سال ایک ہفت روزہ Public Advertiser جاری کیا جو کہ تجارتی اطلاعات فراہم کیا کرتا تھا۔ ۱۹۴۰ء ہی میں Wool and Skin Market Report اور محمد یوسف سیٹھ کے جاری کردہ Wool and Hide Marked (سائیکلو سٹائل کی شکل میں) ملتان سے غلام محمد پراچہ ایک ہفت روزہ پنجاب فر مارکیٹ رپورٹ کا ذکر ملتا ہے۔ یہ امر قابل ذکر ہے کہ ۱۹۴۰ء میں مسلمانوں کے مقابلے میں ہندوؤں کے صرف انشورنس اور بنکنگ سے متعلق لاہور سے پانچ رسائل نکل رہے تھے۔

حوالہ جات

۱۔ پیسہ اخبار، ۲۳ مارچ ۱۹۱۸ء، ۳

۲۔ ایضاً، ۱۷ دسمبر ۱۹۱۱ء، ۸

۳۔ ایضاً، ۲۶ جون ۱۹۱۴ء، ۸

۴۔ ایضاً، ۲۳ مارچ ۱۹۱۸ء، ۳

۵۔ زمیندار، ۲۱ جون ۱۹۲۳ء، ۷

۶۔ پیسہ اخبار، ۲۳ مارچ ۱۹۱۸ء، ۳

۷۔ روزنامہ زمیندار، ۱۶ دسمبر ۱۹۱۳ء، ۲

۸۔ پیسہ اخبار، ۲۳ مارچ ۱۹۱۸ء، ۳

۹۔ زمیندار، ۲۱ جون ۱۹۲۳ء، ۷

۱۰- پیسہ اخبار، ۷ اپریل ۱۹۱۱ء، ۸

۱۱- ایضاً، ۲۳ مئی ۱۹۱۱ء، ۸

۱۲- ایضاً، ۲۶ جون ۱۹۱۱ء، ۸

۱۳- زمیندار، ۲۱ جون ۱۹۲۳ء، ۷

۱۴- پیسہ اخبار، ۱۰ اپریل ۱۹۱۲ء، ۸

۱۵- زمیندار، ۲ جولائی ۱۹۱۲ء، ۳

۱۶- پیسہ اخبار، ۲۳ مارچ ۱۹۱۸ء، ۳

۱۷- زمیندار، ۱۸ اپریل ۱۹۲۳ء، ۳

۱۸- پیسہ اخبار، ۱۴ اگست ۱۹۱۱ء، ۸

۱۹- ایضاً، ۱۳ دسمبر ۱۹۲۲ء، ۳

۲۰- ایضاً، ۱۷ دسمبر ۱۹۱۱ء، ۸

۲۱- انقلاب، ۳ اگست ۱۹۳۲ء، ۵

۲۲- زمیندار، ۲۱ جون ۱۹۲۳ء، ۷

۲۳- ستارہ صبح، ۳۰ نومبر ۱۹۱۷ء، ۵

۲۴- فائل شاہدرہ سکیم، انجمن حمایت اسلام، لاہور

۲۵- Statement of Newspapers and Journals publishid with Punjab for the year 1921

۲۶- انقلاب، ۲۲ فروری ۱۹۳۳ء، ۴

۲۷- ایضاً، ۲۷ فروری ۱۹۳۳ء، ۶

۲۸- انقلاب، ۲۷ فروری ۱۹۳۳ء، ۶

۲۹- روزنامہ زمیندار، ۱۵ نومبر ۱۹۱۷ء، ۱

۳۰- انقلاب، ۲۷ نومبر ۱۹۳۰ء، ۲

۳۱- اشرف عطا، کچھ شکستہ داستانیں کچھ پریشان تذکرے، لاہور، ۱۹۹۴ء

۳۲- ایضاً، ۱۶۸

۳۳۔ عنایت اللہ نسیم، حکیم ظفر علی خان اور ان کا عہد، لاہور، ۱۹۸۲ء، ۱۶۱۔۱۶۴
۳۴۔ پیسہ اخبار، ۱۳ ستمبر ۱۹۱۳ء، ۴
۳۵۔ روزنامہ انقلاب، ۱۶ نومبر ۱۹۳۲ء، ۶
۳۶۔ ایضاً، ۱۹ دسمبر ۱۹۳۲ء، ۷
۳۷۔ ایضاً، یکم دسمبر ۱۹۳۲ء، ۴
۳۸۔ ایضاً، ۱۲ دسمبر ۱۹۳۲ء، ۴
۳۹۔ ایضاً، ۱۶ نومبر ۱۹۳۲ء، ۶
۴۰۔ ایضاً، یکم جنوری ۱۹۳۳ء، ۶
۴۱۔ ایضاً، ۶ جنوری ۱۹۳۳ء، ۴
۴۲۔ ایضاً، ۱۹ مارچ ۱۹۳۳ء، ۴
۴۳۔ ایضاً، ۹ مارچ ۱۹۱۳ء، ۴
۴۴۔ روزنامہ زمیندار، ۵ اپریل ۱۹۳۳ء، ۵
۴۵۔ ایضاً، ۱۳ جولائی ۱۹۳۳ء، ۲
۴۶۔ انقلاب، ۱۲ جنوری ۱۹۳۵ء، ۶
۴۷۔ رپورٹ متعلق بست و دوم آل انڈیا محمڈن ایجوکیشنل کانفرنس، امرتسر، ۵۔۳۵
۴۸۔ عبداللہ چغتائی، اقبال کی صحبت میں، لاہور، ۱۹۷۷ء، ۱۹۴۔۱۹۵
۴۹۔ روزنامہ انقلاب، ۶ جنوری ۱۹۳۵ء، ۶
۵۰۔ زمیندار، ۲۲ مئی ۱۹۲۳ء، ۶
۵۱۔ ایضاً، ۲۳ مئی ۱۹۲۳ء، ۶
۵۲۔ ایضاً، ۱۷ ستمبر ۱۹۲۷ء، ۱
۵۳۔ ایضاً، ۲۷ جولائی ۱۹۲۷ء، ۲
۵۴۔ ایضاً، اداریہ، ۱۹ اگست ۱۹۲۷ء، ۲
۵۵۔ انقلاب، ۳ ستمبر ۱۹۳۳ء، ۸

۵۶۔ زمیندار، اداریہ، ۳۰ ستمبر ۱۹۳۴ء، ۳

۵۷۔ انقلاب، ۳ اکتوبر ۱۹۳۴ء، ۳

۵۸۔ ایضاً، اکتوبر ۱۹۳۴ء، ۳

۵۹۔ ہفت روزہ حمایت اسلام، ۱۶ نومبر ۱۹۳۹ء

۶۰۔ ایضاً

۶۱۔ زمیندار، یکم اکتوبر ۱۹۳۳ء، ۲